ساتواں باب

پاکستان کی آبادی

POPULATION OF PAKISTAN

1۔ مردم نگاری:

کسی بھی کمیونٹی یا معاشرے میں پیدائش و اموات کے کوائف (ڈیٹا) کے مطالعے کو مردم نگاری (Demography) کہا جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کے معاشرے کے مطالعے کے لیے اُس ملک کے باشندوں کے کوائف اور اُن کے کرداری خواص کے بارے میں جاننا انتہائی ضروری ہے۔ جب تک اُس ملک کی آبادی کے مختلف خواص کے بارے میں کوائف (ڈیٹا) حاصل نہ ہوں اُس وقت تک کوئی بھی بامقصد منصوبہ بندی ممکن نہیں ہے۔ کسی آبادی کے بارے میں وہ تمام ضروری خواص جن کا جاننا ضروری ہے، وہ اس ملک کی آبادی، اُس کی علاقائی تقسیم، شہری و دیہی آبادی کا تناسب، خواندگی اور تعلیم کی سطح، آبادی میں اضافے کی شرح، فی مربع کلومیٹر آبادی کی اوسط کثافت (گنجانیت) اور اُس کے باشندوں کے روزگار اور پیشے ہیں۔

مندرجہ بالا خواص کے بارے میں کوائف جمع کرنے کا عمل ''مردم شماری'' کہلاتا ہے۔ عام طور سے یہ دس سال بعد ہوتی ہے۔ جنوبی ایشیا میں پہلی مردم شماری 1872ء میں ہوئی تھی۔ پاکستان کے قیام کے بعد پہلی مردم شماری 1951ء میں ہوئی۔ دوسری مردم شماری 1961ء میں مکمل کی گئی۔ تیسری مردم شماری گیارہ سال بعد 1972ء میں کی گئی جب پاکستان کی آبادی 65.309 ملین تھی۔ چوتھی مردم شماری 1981ء میں ہوئی۔ اُس وقت آبادی 84.253 ملین تھی۔ پانچویں مردم شماری سترہ سال بعد 1998ء میں ہوئی جس کے مطابق پاکستان کی آبادی 32.352 ملین ہے۔

2۔ آبادی کی ترکیب:

پاکستان ایک گنجان آباد ملک ہے۔ جس کی گنجانیت (کثافت) اوسطاً 166 افراد فی مربع کلومیٹر ہے لیکن یہ یکساں طور پر تقسیم نہیں ہیں۔ پنجاب میں 358 افراد، سندھ میں 218 افراد، خیبر پختونخوا میں 233 افراد، بلوچستان میں 19 افراد، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) میں 117 افراد اور اسلام آباد وفاقی دارالحکومت کے علاقے میں 889 افراد فی مربع کلومیٹر آباد ہیں۔ صفحہ 119 پر دیا ہوا جدول آبادی کے پھیلاؤ و ترتیب وغیرہ ... ہے۔

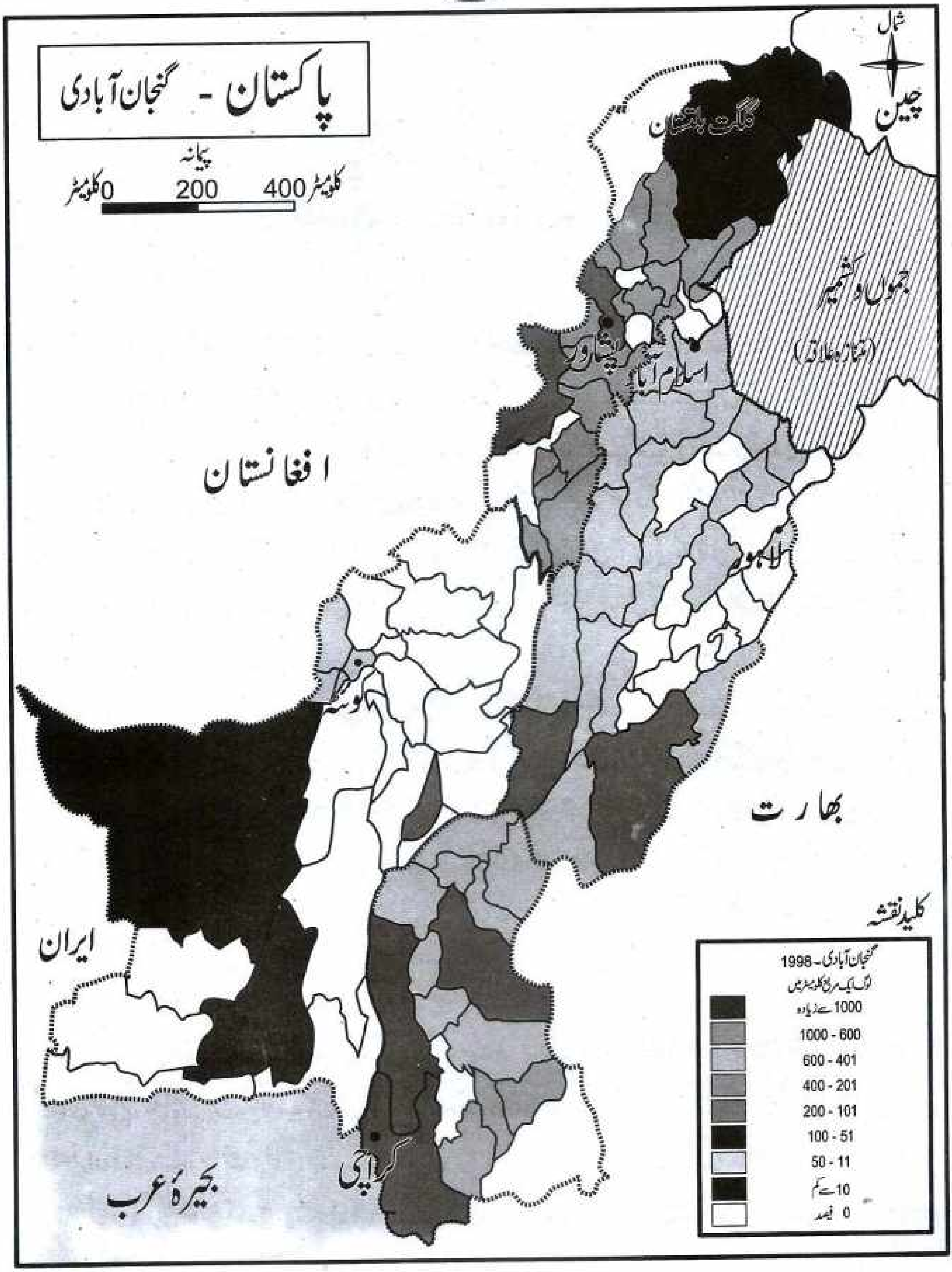
پاکستان - گنجان آبادی
پیمانہ
کلومیٹر 400 200 0 کلومیٹر
شمال
چین
گلگت بلتستان
جموں و کشمیر
(متنازعہ علاقہ)
پشاور
اسلام آباد
افغانستان
لاہور
کوئٹہ
بھارت
ایران
کراچی
بحیرۂ عرب
کلید نقشہ
گنجان آبادی - 1998
لوگ ایک مربع کلومیٹر میں
1000 سے زیادہ
1000 - 600
600 - 401
400 - 201
200 - 101
100 - 51
50 - 11
10 سے کم
0 فیصد

نمبر شمار	مقام	رقبہ (مربع کلومیٹر)	آبادی (1998ء کے مطابق)	آبادی کا تناسب (فیصد)	کثافت (گنجائش) (فی مربع کلومیٹر)	تعداد فی خاندان (اوسطاً)
1	پاکستان	796096	132,352279	100.00	166	6.8
2	بلوچستان	347190	6,565,885	4.96	19	6.7
3	خیبر پختونخوا	74521	17,743,645	14.41	238	8
4	پنجاب	205345	73,621,290	55.63	358	6.9
5	سندھ	140914	30,439,893	23.00	218	6
6	فاٹا	27220	3,176,331	2.40	117	9.3
7	اسلام آباد	906	805,235	0.61	889	6.2

پاکستان میں 12 بڑے شہر ہیں، جن کی کل آبادی پاکستان کی کل آبادی کا 19 فیصد ہے اور پاکستان کی کل شہری آبادی کا 58 فیصد ہے۔ ان بارہ شہروں میں سے ہر ایک کی آبادی چار لاکھ (چار سو ہزار 400000) سے زائد ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا شہر کراچی ہے جس کی آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق تقریباً دس ملین ہے۔ مندرجہ ذیل جدول میں اُن بارہ شہروں کی آبادی کی تفصیلات ظاہر کی گئی ہیں۔

نمبر شمار	شہر	آبادی (1998ء کے مطابق)
1	کراچی	9,339,023 (تقریباً 10 ملین)
2	لاہور	5,443,499
3	فیصل آباد	2,008,161
4	راولپنڈی	1,409,768
5	ملتان	1,197,384
6	حیدر آباد	1,166,894
7	گوجرانوالہ	1,132,509
8	پشاور	982,316
9	کوئٹہ	759,941
10	اسلام آباد	529,180
11	سرگودھا	458,440
12	سیالکوٹ	421,502

پاکستان میں افزائشِ آبادی کی شرح اقتصادی وسائل کی نسبت کافی تیز ہے۔1981ء تا1998ء کے دوران سالانہ شرح افزائشِ 2.6 فیصد رہی۔افزائشِ آبادی کی شرح عالمی شرح افزائش سے بہت زیادہ ہے، جو 1.5 فیصد ہے جبکہ براعظم ایشیا کی اوسط شرح دو فیصد سالانہ ہے۔اگر آبادی میں اضافے کی موجودہ شرح برقرار رہی تو ایک محتاط اندازے کے مطابق اکیسویں صدی کے پہلے عشرے کے اختتام پر پاکستان کی آبادی 1981ء کی آبادی سے دوگنی ہو جائے گی۔تیز رفتار افزائشِ آبادی کی وجہ سے پاکستان میں بچوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔اس کی بڑی وجوہات کم عمری میں شادی کا رواج اور بالخصوص دیہی علاقوں میں زیادہ اولاد کی خواہش ہے۔بچوں کی آبادی کا تناسب بڑھنے سے اُن کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دست نگر اور دوسروں پر انحصار کرنے والی آبادی میں اضافے کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔زیادہ بچوں کی پیدائش ماؤں کی صحت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مردوں کا تناسب 52 فیصد ہے۔پاکستان میں شرحِ خواندگی (تعلیم یافتہ افراد کا تناسب) حوصلہ افزا نہیں ہے۔1951ء میں خواندگی کا تناسب 13.2 فیصد تھا جو بڑھ کر (1998ء کی پاکستان کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق) 1998ء میں 45 فیصد ہو گیا۔

پاکستان کی آبادی کی اکثریت زراعت سے روزگار حاصل کرتی ہے۔عام طور سے زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں یا ایسے پیشوں سے منسلک ہیں جن کا دارومدار زراعت پر ہے۔دوسرا پیشہ صنعت کاری ہے، تیسرا بڑا پیشہ ملازمت اور تجارت ہے۔ملک کی قابلِ کار آبادی کا تقریباً 10 فیصد غیر ممالک میں بحیثیت "مہمان کارکن" مصروفِ کار ہے۔

آبادی کی واضح اکثریت دیہی علاقوں میں آباد ہے۔1998ء کے اعداد وشمار کے مطابق کل آبادی کا 67.5 فیصد دیہات میں اور 32.5 فیصد شہری علاقوں میں رہائش پذیر ہے۔شہری علاقوں کی آبادی میں بتدریج تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔کیونکہ دیہی علاقوں میں سہولتیں بہت کم ہیں۔پاکستان میں افزائش آبادی کی شرح زیادہ ہے جس کی وجہ سے وسائل فی کس کم ہو رہے ہیں اور مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔طبی سہولتوں میں بہتری کی وجہ سے شرح اموات میں بتدریج کمی آ رہی ہے۔اس وقت پاکستان میں شرح اموات 11 فی ہزار ہے جبکہ شیر خوار اور نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات 80 فی ہزار ہے۔

فیصد شرح خواندگی:

ناخواندگی ایک بہت بڑی لعنت ہے اور کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے خطرہ کی گھنٹی ہے۔پاکستان میں خواندگی کی شرح سست رفتار ترقی کی بدولت بہت پست رہی ہے۔

مندرجہ ذیل جدول گذشتہ 27 سالوں (1972ء تا 1998ء) کی شرح خواندگی کو ظاہر کر رہا ہے۔

نمبر شمار	سال	فی صد شرح خواندگی	فی صد شرح خواندگی (مرد)	فی صد شرح خواندگی (خواتین)
1	1972	21.7	30	11
2	1981	26.0	35	16
3	1998	45.0	61	36

1998ء کی مردم شماری کے حقائق واعداد وشمار کے مطابق ملک میں تعلیم کی سطح کو مندرجہ ذیل جدول میں ظاہر کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	تعلیم کی سطح	کل تعداد (فی صد)
1	پرائمری سے نیچے	18.3%
2	پرائمری (ابتدائی)	30.14%
3	مڈل (وسطانیہ)	20.89%
4	سیکنڈری (ثانوی)	17.29%
5	ہائر سیکنڈری (ثانوی)	6.56%
6	سرٹیفکیٹ/ڈپلوما	0.41%
7	بی اے/بی ایس سی اور معاون	4.38%
8	ایم اے/ایم ایس سی اور معاون	1.58%
9	دیگر	0.44%

اقتصادی ترقی کے نقطہ نظر سے ملک کی آبادی کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم تعلیمی سطح ہنر مندی، سائنسی اور فنی مہارت ہے۔ انسانی وسائل میں سرمایہ کاری بہت ضروری ہے۔ یہ تعلیمی سطح (معیار) اور فنی اور تیکنیکی سوجھ بوجھ (جان کاری) کا ہی اعجاز ہے کہ سنگاپور جیسا چھوٹا ملک جس کی کل آبادی صرف ساڑھے تین ملین ہے وہ سالانہ 150 ارب ڈالر کی برآمدات کرتا ہے جبکہ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی اِس وقت کل آبادی تقریباً 200 ملین ہے اور اُس کی سالانہ کل برآمدات کی قیمت صرف 12 ارب ڈالر ہے۔

3۔ شہری اور دیہی آبادی:

اصطلاحی اعتبار سے شہری اور دیہی آبادی میں فرق کے لیے علاقے کی آبادی اور وہاں موجود سہولتوں کے معیار کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ شہری آبادی سے مراد ایسی بستی ہے جس میں پانچ ہزار یا اُس سے زائد افراد رہتے ہوں اور وہاں زندگی کی بنیادی سہولتیں موجود ہوں۔

آبادی کی شہری اور دیہی تقسیم کا مطالعہ بہت دلچسپ اور معلومات افزا ہوتا ہے۔ اس سے ملک کی اقتصادیات کی خصوصیات اور لوگوں کے معیارِ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ صنعت و حرفت اور دیگر پیشوں کے بڑے مراکز عام طور پر شہروں یا اُن کے قریب واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ ممالک جن کی آبادی کی اکثریت شہروں میں رہتی ہے وہی ممالک صنعت و تجارت میں عموماً زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں لیکن اگر آبادی کی اکثریت دیہات میں رہتی ہو تو وہاں زراعت اور کاشتکاری کو مرکزی پیشے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

دیہی علاقوں میں شہروں کی بہ نسبت زندگی کی کم سہولتیں پائی جاتی ہیں۔ ان سہولتوں میں تعلیم، صحت اور تفریح شامل ہیں۔ روزگار کے مواقع بھی دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہروں میں زیادہ ہوتے ہیں۔ البتہ دیہاتی زندگی میں سادگی کا عنصر زیادہ نمایاں ہے جبکہ شہری زندگی میں تاجرانہ ذہنیت اور رنگینی زیادہ ہوتی ہے۔

4۔ افزائشِ آبادی اور نقل مکانی:

اگرچہ پاکستان کی غالب اکثریت دیہی علاقوں میں رہتی ہے لیکن شہر دیہی علاقوں کی آبادی کو اپنی جانب راغب کر رہے ہیں۔ کیوں کہ آبادی میں تیزی سے اضافے اور دیہات میں روزگار کے مواقع اور سہولتیں نسبتاً کم ہونے کی وجہ سے شہروں کی طرف نقل مکانی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ شہروں میں صنعتی اور تجارتی ترقی کی رفتار زیادہ ہے۔ نیز شہری علاقوں میں ضروری بنیادی سہولتیں بھی دیہی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ اچھے اسپتال اور طبی سہولتیں، تعلیمی ادارے اور تفریحی سہولتیں شہروں میں دیہات کے مقابلے میں زیادہ اور بہتر شکل میں میسر ہیں۔ اس کے علاوہ شہری علاقوں میں ثقافتی سرگرمیاں اور گہما گہمی بھی زیادہ ہے، اس لیے دیہی آبادی کو شہروں میں زیادہ کشش محسوس ہوتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اس خطے میں دیہات سے شہروں کی جانب منتقل ہونے کا رجحان زیادہ تیز ہو گیا۔ لوگ بہتر ذرائع روزگار اور ضروری بنیادی سہولتوں کے حصول کے لیے شہر منتقل ہونے لگے۔ 1951ء میں صرف 17.8 فیصد لوگ شہروں میں آباد تھے جبکہ 1998ء میں شہری آبادی کا تناسب بڑھ کر 32.5 فیصد ہو گیا۔

دیہی آبادی کی شہروں کی جانب نقل مکانی شہری علاقوں میں کئی قسم کے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ اس تیز رفتار نقل مکانی سے رہائشی مکانوں کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس لیے لوگوں کو زیادہ کرایہ دے کر رہائشی مکانات حاصل کرنا پڑتے ہیں یا وہ ایسی رہائش گاہوں میں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں جہاں یا تو ضروری سہولتیں سرے سے موجود ہی نہیں ہوتی ہیں یا ان کا فقدان ہوتا ہے۔

شہری آبادی پر دباؤ کی وجہ سے صفائی اور حفظانِ صحت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ تعلیمی اور تفریحی سہولتیں ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ ٹرانسپورٹ اور ٹریفک کا مسئلہ شدید تر ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شہروں میں منتقل ہو جانے کے باجود آبادی کی کثیر فیصد کو بنیادی شہری سہولتیں مناسب حد تک حاصل نہیں ہوتی ہیں۔

حکومت کی کوشش ہے کہ مؤثر منصوبہ بندی کے ذریعے دیہات سے شہری علاقوں کی جانب آبادی کی منتقلی کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے اور شہروں میں آبادی کے اضافے سے پیدا شدہ مسائل کا حل ڈھونڈا جائے۔ اس لیے جدید خطوط پر زراعت کو فروغ دیا جا رہا ہے تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو اور دیہی علاقوں کی معاشی حالت بہتر ہو سکے۔ دستکاری اور گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے تاکہ دیہات میں صنعت و حرفت پھیلے اور پروان چڑھے اور لوگوں کو روزگار کے مواقع مہیا ہو سکیں۔ اگر دیہی علاقوں میں روزگار کے مواقع بڑھ جائیں تو شہری علاقوں پر آبادی کا دباؤ کم ہونے کی توقع ہے۔ مزید یہ کہ منصوبہ بندی کی جا رہی ہے کہ صنعت و حرفت کے نئے منصوبوں کو چند بڑے شہروں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اُنھیں دوسرے شہروں خصوصاً دور دراز کے علاقوں تک پھیلا دیا جائے تاکہ صرف چند بڑے شہر ہی دیہی آبای کی نقلِ مکانی کا پورا بوجھ یا بوجھ کا زیادہ حصہ برداشت نہ کریں یعنی منتقل ہونے والی آبادی صرف چند بڑے شہروں میں ہی اکٹھی نہ ہو جائے۔

دیہی علاقوں میں ذرائع آمد و رفت اور نقل و حمل کو بہتر کیا جا رہا ہے تاکہ دیہی علاقوں کا شہروں سے رابطہ مضبوط ہو جائے۔ دیہات میں تعلیم اور صحت کی سہولتوں میں اضافے کے لیے ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ دیہات کو بتدریج بجلی مہیا کی جا رہی ہے اور ڈسپنسری، اسپتال اور کاروباری مراکز قائم کیے جا رہے ہیں۔

دیہی زندگی کو بہتر کرنے کی اسکیموں کے ساتھ ساتھ حکومت ایسے منصوبوں پر بھی تیزی سے عمل کر رہی ہے جن سے شہروں میں آبادی کی وسعت اور پھیلاؤ سے پیدا شدہ مسائل کو بطریق احسن حل کرنے میں مدد مل سکے۔ ٹریفک اور ٹرانسپورٹ کے نظام کو بہتر کیا جا رہا ہے۔ سڑکیں کشادہ کی جا رہی ہیں۔ شہروں کے اطراف نئی بستیاں آباد کی جا رہی ہیں جو اس حد تک خود کفیل ہوں گی کہ لوگوں کو اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے شہر کے مرکزی حصوں اور تجارتی مراکز

پر نہ جانا پڑے۔ ان بستیوں میں بازار، اسپتال، مساجد، بچوں کے اسکول، پارک اور تفریح گاہیں قائم کی جائیں گی۔ ایسی آبادیوں کے قیام سے شہر کے مرکزی حصوں پر آبادی کا دباؤ کم ہونے کی توقع ہے۔

5۔ افزائشِ آبادی کی وجوہات:

پاکستان میں افزائشِ آبادی کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

i۔ سماجی عنصر: پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ عوام کی اکثریت قسمت پر یقین رکھتی ہے۔ وہ بڑے خاندان رکھنے پر یقین رکھتے ہیں اور اُسے طاقت اور قوت کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔

ii۔ خاندانی منصوبہ بندی سے انکار: چند مذہبی رہنما (علمائے دین) خاندانی منصوبہ بندی کو گناہ سمجھتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کو رزق پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

iii۔ تعلیم کا فقدان: یہ ایک اور عنصر اور عامل ہے۔ خواتین کی شرح خواندگی بہت کم ہے۔ وہ بڑے خاندان اور زیادہ بچوں کے مسائل نہیں سمجھتی ہیں۔

iv۔ کم عمری میں شادی: کم عمری میں شادی کے رواج سے بھی بچوں کی افزائش میں اضافہ ہوتا ہے۔

v۔ غربت: غربت ایک اور وجہ ہے۔ معاشرے کے دوسرے طبقات کے مقابلے میں غریبوں میں افزائش نسل کی شرح زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معیار زندگی اور بچوں کی تعلیم کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔

vi۔ لڑکے کی خواہش: لڑکے کی پیدائش کی خواہش کے نتیجے میں بھی زیادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں زیادہ بیٹے خاندان کے لیے اثاثہ سمجھے جاتے ہیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوسروں کے سامنے اُسے شانِ فخر و افتخار سمجھا جاتا ہے۔

6۔ ترقیاتی وسائل بمقابلہ افزائشِ آبادی:

معاشی اور معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ملکی وقومی وسائل اور آبادی میں توازن ہو۔ اگر آبادی بہت کم ہو تو ملک میں موجودہ قدرتی وسائل سے مؤثر طور پر فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا۔ اسی طرح اگر آبادی بہت زیادہ ہو اور اُس کی شرح افزائش تیز ہو تو قومی وسائل پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے خوشحالی کو برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ معاشرتی اور معاشی استحکام اور ترقی کے لیے مکمل وسائل سے مؤثر انداز میں مستفیض ہونے کے لیے ہنر مند افراد اور تربیت یافتہ افراد کی تعداد میں اضافہ ضروری ہے۔

پاکستان ایک گنجان آباد ملک ہے۔اس کے مجموعی وسائل میں اُس رفتار سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے جس رفتار سے آبادی بڑھ رہی ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ملک کے وسائل پر آبادی کا دباؤ روز بروز بڑھ رہا ہے اور ملک میں افراطِ آبادی کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ بے روزگاری میں اضافہ، حفظانِ صحت اور صفائی اور تعلیم کی فی کس سہولتوں میں کمی۔ امراض میں زیادتی اور بلند شرح پیدائش و اموات افراطِ آبادی کے مسئلے کی واضح علامات ہیں۔اس کو صرف اس طرح حل کیا جاسکتا ہے کہ آبادی اور وسائل میں توازن قائم کیا جائے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ شرح افزائش آبادی کو کم کیا جائے اور قومی وسائل میں اضافہ کیا جائے۔مندرجہ ذیل اقدامات سے وسائل پر آبادی کا دباؤ کم ہونے کے دوررس نتائج نکل سکتے ہیں۔

(i) پیداواری وسائل کو زیادہ تیز رفتاری سے ترقی دی جائے۔ان میں صنعت وحرفت کی ترقی، دستکاری و گھریلو صنعت کا فروغ اور زراعت وتجارت میں ترقی سرفہرست ہیں۔

(ii) فنی تعلیم وتربیت کو فروغ دیا جائے اور اسے مقبول بنایا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کو استعمال میں لایا جائے تاکہ زراعت، صنعت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے میدانوں میں پیداوار کی مقدار و معیار میں اضافہ ہو اور بہتری آئے۔

(iii) نئے وسائل خصوصاً کان کنی اور معدنی تیل کی تلاش کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

(iv) پاکستان میں ایسی زمین بکثرت موجود ہے جس کو اب تک زیرِ کاشت ہی نہیں لایا گیا یا اگر زیر کاشت لایا بھی گیا ہے تو اس پر خاطر خواہ اور ضروری توجہ نہیں دی گئی۔ ایسی زمین کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔مزید کہ سیم اور تھور زدہ زمین کو بھی زیرِ کاشت لانے کا انتظام کیا جائے۔

7۔ پاکستان میں تعلیم، صحت اور غذا کے حوالے سے زندگی کا معیار:

(i) تعلیم:

کسی بھی ملک کے اندر معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے تعلیم، صحت اور غذا (تغذیہ) اصل اشارے ہیں۔ حکومت کی تمام تر کوششوں اور کاوشوں کے باوجود کہ نجی شعبے کے تعاون اور اعانت کے ساتھ پرائمری تعلیم کو فروغ دیا جائے شرح خواندگی اب بھی بہت کم ہے۔ پرائمری تعلیم کا معیار انتہائی غیر اطمینان بخش ہے۔مڈل (وسطانیہ) درجے کے اساتذہ پرائمری یا ابتدائی تعلیم کی سطح سے غیر مطمئن ہیں اور ثانوی (سیکنڈری) اسکولوں کے اساتذہ مڈل کی سطح کی تعلیم کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔علیٰ ہٰذا القیاس اس کے آگے بھی یہی حال ہے۔میڈیکل کالجوں میں جن طلبہ کا داخلہ ہو جاتا ہے، اُن

کی اکثریت فرسٹ پروفیشنل کے امتحان میں ناکام ہو جاتی ہے۔ بمشکل ساٹھ فیصد کامیاب ہوتے ہیں۔ ہماری جامعات (یونیورسٹیز) کی اعلیٰ تعلیم کی اسناد کا دوسرے ممالک کی اسناد سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ اُس کی وجہ اعلیٰ تعلیمی پروگرام کے پست معیار، اُن کا دورانیہ اور طریقہ امتحانات ہیں۔ بھارت میں سالانہ پانچ ہزار سے زیادہ طلبہ پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں یہ تعداد انتہائی کم ہے۔ اب حکومت کئی مختلف قسم کے پروگراموں کے ذریعے تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جا رہا ہے اور اس مقصد کے لیے اُس کا بجٹ 120 ملین روپوں سے بڑھا کر پانچ ہزار ملین روپے کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے بنیادی فکر اور دلچسپی ابتدائی (پرائمری) تعلیم کی شرح خواندگی میں اضافے سے ہے۔ نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے کہ وہ آگے قدم بڑھانے اور نئے ادارے قائم کرے اور سرکاری اداروں کی بھی بہتر تعلیم کے حصول کے لیے مدد کرے۔ حکومت نے نجی شعبے کو اس سلسلے میں کچھ ترغیبات بھی دی ہیں۔ حکومت نے خود تعلیم سب کے لیے ایک اسکیم شروع کی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ہزاروں غیر رسمی اسکول کھولے جا رہے ہیں تاکہ شرح خواندگی بہتر ہو سکے اور ابتدائی (پرائمری) تعلیم کے لیے سہولتیں مہیا کی سکیں۔ یہ توقع اور امید کی جاتی ہے کہ ان اقدامات کے ذریعے شرح خواندگی اور ابتدائی تعلیم کے زیادہ سے زیادہ اہداف حاصل ہو سکیں گے۔

(ii) صحت:

صحت کے شعبے میں بھی بہت زیادہ کام کرنا ہے۔ آزادی کے وقت صرف لاہور اور کراچی میں ایک ایک میڈیکل کالج تھا۔ لیکن اب سرکاری اور نجی شعبے میں تقریباً 50 میڈیکل کالج ہیں۔ ضلع اور تحصیل کی سطح پر اسپتال موجود ہیں۔ لیکن دیہات میں حالات اطمینان بخش نہیں ہیں کیوں کہ ہمارے ڈاکٹر دیہی علاقوں میں کام کرنے سے ہچکچاتے اور جھجکتے ہیں یا شاید تذبذب کا شکار ہیں۔ ڈاکٹروں کی نجی پریکٹس سے بھی صحت کے سرکاری اداروں میں کام اور کارکردگی کو سخت دھچکہ پہنچا ہے۔ نجی اسپتال بہت زیادہ فیس وصول کرتے ہیں جو کہ عام آدمی بمشکل ہی برداشت کر سکتا ہے۔ غربت، تعلیم کی کمی اور ناخواندگی کی وجہ سے پاکستان میں شیر خوار اور نوزائیدہ بچوں کی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ پانچ سال سے کم عمر ایک ہزار بچوں میں سے 102 بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تاہم پاکستان کے عوام کی عمومی صحت سارک ممالک اور چند جنوب مشرقی ممالک کے عوام سے بہت بہتر ہے۔

(iii) غذا:

ملک کے غریب عوام کو غذا کی فراہمی اور خاص طور سے متوازن غذا کی فراہمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک کی تقریباً 24 فیصد آبادی غربت کی حد سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ غذائی اشیاء کی قیمتیں اُن کی آمدنیوں کے لحاظ

سے بہت زیادہ ہیں۔ اسی لیے آبادی کا یہ طبقہ اپنے بچوں کو متوازن غذا فراہم کرنے کے قابل نہیں ہے۔ دوسری جانب وہ لوگ جو اچھی غذا کھا سکتے ہیں، اُنھیں متوازن غذا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ لوگ گوشت، گھی اور مرغن کھانوں کے عادی ہیں۔ پھل، سبزیاں، دودھ اور دہی مطلوبہ مقدار میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔

8۔ پاکستان کی لسانی ترکیب

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ملک کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس صوبے کا بڑا حصہ پنجابی بولتا ہے۔ پنجاب کے جنوبی حصے میں سرائیکی بولی جاتی ہے۔ سرائیکی بھی دراصل پنجابی کی ہی ایک قسم ہے۔ صرف اس کے لب و لہجے میں کچھ فرق ہے۔ پورے ملک میں پنجابی بولنے والے افراد کی تعداد پاکستان کی آبادی کا تقریباً 44.15 فیصد ہے۔

سندھ کے اکثر لوگوں کی زبان سندھی ہے جو تقریباً 60 فیصد لوگ بولتے ہیں۔ اُردو بولنے والوں کی تعداد تقریباً 30 فیصد ہے۔ کراچی، حیدرآباد، نواب شاہ، سکھر اور میرپور خاص میں رہنے والے زیادہ تر اُردو بولتے ہیں۔ کراچی میں ملک کے مختلف حصوں کے لوگ آباد ہیں۔ اُن میں پٹھان، بلوچ، پنجابی اور دوسری قومیتوں کے لوگ شامل ہیں۔ اُن کی عام زبان اُردو ہے۔

خیبر پختونخوا صوبے کے اکثر لوگ پشتو بولتے ہین۔ کوہاٹ، پشاور اور ہزارہ جیسے علاقوں میں ہندکو بولی جاتی ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے کے لوگ سرائیکی بولتے ہیں۔ پشتو، ہندکو اور سرائیکی کے علاوہ چترالی اور کوہستانی بھی اس صوبے میں بولی جانے والی زبانیں (بولیاں) ہیں۔

رقبے کے لحاظ سے بلوچستان ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ یہاں تین زبانیں یعنی بلوچی، پشتو اور براہوی بولی جاتی ہیں لیکن بلوچی بولنے والے افراد کی تعداد مقابلتاً زیادہ ہے۔ تاہم اس صوبے کے چند علاقوں میں سندھی اور سرائیکی بھی بولی جاتی ہے۔

وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ (فاٹا) ایسا علاقہ ہے جہاں لوگ پشتو بولتے ہیں۔ اگرچہ صوبہ خیبر پختونخوا کا حصہ ہے لیکن اس کا انتظام جرگہ نظام کے تحت چلایا جاتا ہے جو وفاق کے زیرِ نگرانی کام کرتا ہے۔ کیوں کہ فاٹا میں ملازمتوں اور روزگار کے مواقع بہت کم ہیں اس لیے روزی کمانے کے لیے لوگ عارضی طور پر ملک کے دوسرے حصوں میں نقلِ مکانی کر جاتے ہیں۔

اسلام آباد وفاقی علاقہ اور پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔ ملازمتوں اور تجارت کے مقاصد کے لیے پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ یہاں آباد ہیں۔ یہ لوگ عموماً اُردو بولتے ہیں جو پورے ملک کے عوام کے لیے رابطے کی زبان ہے۔

1998ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی کی لسانی تقسیم

نمبرشمار	زبان	فیصد
1	اُردو	7.57
2	پنجابی	44.15
3	سندھی	14.12
4	پشتو	15.42
5	بلوچی	3.55
6	سرائیکی	10.53
7	دیگر	4.66
	کل	**100%**

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

1۔ پاکستان کی آبادی کی ترکیب اور تعداد بیان کیجیے۔

2۔ پاکستان میں خواندگی کس حالت میں ہے؟

3۔ افزائشِ آبادی اور نقل مکانی کس طرح ملکی ترقی پر اثرانداز ہوتی ہے؟

4۔ پاکستان میں افزائشِ آبادی کی کیا وجوہات ہیں؟

5۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور قومی وسائل میں کس طرح توازن قائم رکھا جاسکتا ہے؟

6۔ افزائشِ آبادی کے صحت اور تعلیم پر اثرات بیان کیجیے۔

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

(i) پاکستان کے قیام کے بعد پہلی مردم شماری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہوئی۔

(ii) سندھ میں آبادی کی گنجانیت کی شرح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افراد فی مربع کلومیٹر ہے۔

(iii) 1998ء کی مردم شماری کے مطابق کراچی کی کل آبادی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(iv) پاکستان میں آبادی کی اکثریت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں رہتی ہے۔

(v) پاکستان میں خواتین کی تعلیم کی شرح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(vi) پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(vii) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسی زبان ہے جو پاکستان کے تمام علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔